ڈاکٹر نذیر احمد:

اکبری دور کا فارسی ادب

اکبر بادشاہ مغلیہ خاندان کا تیسرا فرماں روا تھا جس نے ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک حکومت کی۔ اس کا طویل دور سیاسی اعتبار سے نہایت کامیاب دور تھا۔ اس کی اندرونی اور بیرونی پالیسی ہر طرح کی کامیابی سے ہمکنار تھی۔ اس کا دور علمی لحاظ سے بھی بڑا شاندار دور رہا ہے۔ اس کے زمانے میں علمی و ادبی لحاظ سے ہندوستان ترقی کے بلند ترین درجے پر فائز ہوچکا تھا۔ اس کے زیر سایہ فارسی ادب نے جیسا فروغ پایا اس کی مثال کسی اور جگہ نہیں ملتی۔ اس کا عہد امن و امان کا عہد تھا، اور مدّتوں کسی خاص قسم کا تعصّب اس کے یہاں نہ تھا۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ آرام اور چین سے زندگی گذارتے تھے۔ بر خلاف اس کے۔ ایران کے صفوی دور میں مذہبی تنگ نظری بڑے زوروں پر تھی۔ صفوی حکمراں کی پالیسی مذہب سے جڑی ہوئی تھی۔ وہ اپنے مذہب سے مخالف ہر تحریک کو کچلنے میں لگے ہوتے تھے۔ ہندوستان میں مذہبی آزادی اور معاصر ایران میں اس سلسلے کی تنگ نظری کی وجہ سے فارسی ادب نے ایک نیا موڑ اختیار کیا۔ ایران کے گھُٹے گھُٹے ماحول سے تنگ آکر ہزاروں شاعر، ادیب، عالم، فاضل، اپنا وطن چھوڑ چھوڑ کر ہندوستان آئے اور یہاں کی آزاد فضا میں زندگی بسر کرنے لگے۔ اس صورت حال کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حال ہی میں ایک ضخیم کتاب " کاروانِ ہند " تہران سے دو جلدوں میں شایع ہوئی ہے۔ ان جلدوں کی ضخامت ۱۵۳۸ صفحات کی ہے۔ مُصنّف مشہور مُحقّق و ہند شناس احمد گلچین معانی ہیں۔ ان جلدوں میں ۱۵۶۳ ایسے شاعروں اور ادیبوں کا مُفصّل تذکرہ ہے جو صفوی دور میں ایران چھوڑ کر ہندوستان چلے آئے۔ اس کے علاوہ تیس اور شاعر ہیں جن کو مؤلّف نے مشکوک قرار دیا ہے۔ یعنی یا تو ان کا ایرانی ہونا یا ہندوستان آنا مشکوک ہے۔ ان شاعروں اور ادیبوں میں ایسے لوگ شامل نہیں جو سنٹرل ایشیا یعنی سمرقند و بخارا، فرغانہ، خوارزم اور دوسرے فارسی بولنے والے علاقوں کے تھے۔ ان میں وہ شعراء بھی شامل نہیں جو مغلیہ دور سے پہلے فارسی زبان کے خطّوں سے ہندوستان آگئے تھے۔ اس کے علاوہ مزید تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ " کاروان ہند " میں کافی ایرانی شعراء بھی شامل نہیں ہوسکے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ایران کے مقابلے میں ہندوستان

کا فارسی ادب نہایت غنی ہے ۔ اور اس اعتبار سے ہندوستان کو ایران پر تفوق حاصل ہے لیکن ہمیں اس کا احساس نہیں ۔ ہم احساس کمتری کے شکار ہیں، اسی وجہ سے اپنے ہی سرمایہ کی صحیح قدر دانی سے غافل ہیں ۔ دراصل فارسی کا یہ عظیم سرمایہ ہندوستانی سرمایہ ہے ۔ حق یہ ہے کہ فارسی اسی ملک کی زبان ہے ۔ اور اس کا عظیم علمی و تہذیبی سرمایہ خارجی نہیں ۔ داخلی ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے جو ہندوستان کی دوسری زبانوں اور تہذیبوں سے روا رکھا جاتا ہے ۔ اس صورت حال کے پیدا کرنے میں اکبر بادشاہ کی عادلانہ پالیسی کا بڑا دخل ہے ۔ اس کا بخوبی احساس ہونا چاہیے ۔ اور اسی احساس کے ساتھ فارسی زبان و ادب کا مطالعہ ثمر مند ہوسکتا ہے۔

اسی دور میں ایران میں ایک نیم مذہبی و سیاسی تحریک نے زور پکڑا ۔ اس کا نام نُقطوی تحریک تھا ۔ رفتہ رفتہ یہ تحریک مذہبی تحریک ہوگئی ۔ صفوی حکمرانوں کو اس کی طرف سے خطرہ محسوس ہونے لگا ۔ چنانچہ اس کو ختم کرنے کے لیے صفویوں نے ہزاروں نُقطویوں کو موت کے گھاٹ اتارا ۔ ادھر ہندوستان میں اکبر اعظم فرماں روا تھا ۔ اس کے یہاں ایران سے آنے والوں کو ہندوستان میں آنے کی کھلی چھوٹ تھی ۔ ایران میں نُقطویوں پر جو ظلم ہو رہا تھا اکبر کو اس کا پورا احساس تھا۔ ابوالفضل اس فرقے کے سربراہوں سے خط و کتابت کرتا اور اکبر کو وہاں کے حالات سے باخبر رکھتا ۔ اکبر پر اس جماعت کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے اس فرقے کے سربراہ سیّد احمد کاشی کے نام فرمان جاری کیا اور اسے ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ وہ تو نہیں آسکا لیکن اس فرقے کے سیکڑوں افراد آئے ۔ جنھوں نے اپنی تعلیمات و تبلیغات سے یہاں کے لوگوں کو بُری طرح متاثر کیا ۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اکبری دور کی بعض اور تحریکوں کی طرح نقطوی تحریک بھی مخالفِ اسلام تحریک تھی ۔ اکبری دور میں اس کی پذیرائی میں اس کی مخالف اسلام پالیسی کا دخل بھی تھا۔ قابل ذکر بات ہے کہ شروع میں اکبر اسلام کا قدردان تھا لیکن بعد میں شدّت پسندی اختیار کی ۔ اس سے اسلامی روایات کو ضرب کاری لگی۔ صفوی دور میں نُقطویوں پر جو مظالم ہوے ان کی داستان اس عہد کی مشہور تاریخ عالم آرائے عبّاسی میں تفصیل سے ملتی ہے ۔ شاہ طہماسپ صفوی کے دور میں ایک نُقطوی شاعر ابو القاسم امری شاہی حکم کے بموجب اندھا کر دیا گیا ۔ وہ عالم و فاضل اور محمود پسیخانی کے مریدوں میں تھا اسی کی وجہ سے اکبری عہد کے بیسویں سال ۹۸۳ھ میں اس کی آنکھ میں سلائی پھرائی گئی اور کچھ دنوں بعد اسے قتل کر دیا گیا ۔ طہماسپ صفوی کے زمانے میں کاشان میں نُقطویوں کی گرفتاری کا واقعہ میرزا

جعفر قزوینی تاریخ الفی میں اس طرح بیان کرتا ہے :

ایران میں انجدان اور کاشان کے دیہات کے باشندے مراد نامی ایک شخص کی تائید میں کھڑے ہوگئے جو امامت کا دعویٰ کرتا تھا۔ انھی ایام میں ایک دوسری جماعت بھی انھی اطراف میں پیدا ہوئی جو محمود پسیخانی کی طرف دار تھی جو نبوّت کا دعوی کرتا تھا۔ ایران کے فرماں روا نے ہمدان کے حاکم امیر خاں موصلو کو انجدان بھیجا اور راقم کے والد بدیع الزماں کو کاشان میں تعینات کیا ... اس طرح سارے ملزمین پکڑے گئے اور شاہی دربار بھیج دیے گئے۔ اسی زمانے میں نقطویوں کا ایک گروہ قزوین میں گرفتار ہوا۔ تقی کاشی کے قول کے مطابق حیاتی کاشی نے نقطویوں سے ارتباط پیدا کیا تو شاہ طہماسپ کے حکم سے گرفتار ہوا، دو سال بعد رہا ہوا، تو شیراز آیا۔ ۹۸۶ھ میں پھر کاشان گیا۔ آخر میں ہندوستان آگیا۔ تقی کاشی کا قول ہے کہ جب وہ خلاصۃ الاشعار لکھنے میں مشغول تھا تو ۹۹۳ھ میں حیاتی کاشی احمد نگر میں موجود تھا "۔

طہماسپ شاہ کے عہد کے ایک واقعے کی تفصیل اسکندر منشی نے عالم آرائے عباسی میں اس طرح دی ہے :

درویش خسرو قزوین کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے باپ دادا کا پیشہ ترک کر کے درویشی اور قلندری کا جامہ پہنا اور نقطویوں کی صحبت میں وسعت مشربی کے لیے مشہور ہوگیا۔ اور مسجد کے ایک گوشے میں مقیم ہوگیا۔ رفتہ رفتہ درویشوں کی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوگئی اور وہ انھیں نقطوی تعلیم کی تلقین کرتا رہا۔ بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے واقعات کی تفتیش کرائی۔ مگر خسرو شرعی زد میں نہیں آیا البتہ مسجد سے اخراج کا حکم جاری ہوگیا۔ البتہ درویش خسرو کے باطل مذہب کی پیروی میں شک نہیں "

اکبر بادشاہ کا ایک فرمان جو نقطوی سرگروہ میر سیّد احمد کاشی کے نام ہے اس میں

درویش خسرو کے بارے میں یہ اطلاع ملتی ہے :

"ہماری باطنی و روحانی توجّہ کی خوش خبری جو دانائی کی اکسیر ہے اسے منتخب عقیدت مند اور چیدہ عالی مشرب یعنی سدید الدّین درویش خسرو کو پہنچائیں جن کا اخلاص ابوالفضل جیسے راست گو اور مردم شناس کے وسیلے سے ہمارے مقدس ضمیر میں راسخ ہوا ، اور انھیں ہماری عنایتوں کا امیدوار بنائیں "۔

ایران میں سلطان محمّد خدا بندہ (۹۸۵ھ - ۹۹۶ھ) کے عہد میں نقطویوں پر سختی جاری رہی ، لیکن شاہ عباس کے زمانے میں ان کے حالات اور بدتر ہوتے ۔ قزوین نقطوی تحریک کا بڑا مرکز ہوگیا ، درویش خسرو کی اس شہر میں خانقاہ تھی ، شاہ عبّاس شروع میں اس کی خانقاہ میں جاتا ، بالآخر اس کو معلوم ہوگیا کہ یہ خانقاہ نقطوی تحریک کا بڑا مرکز ہے ۔ آخر میں اپنی حکومت کے چھٹے سال ۱۰۰۲ھ میں وہ نقطویوں سے ایسا برگشتہ ہوا کہ ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ، اسی درمیان جلال یزدی کی پیشین گوئی کے بموجب نحوست کی گھڑی ٹل جانے کے لیے نقطوی سردار یوسفی ترکش دوز کو تخت پر بٹھا کر قتل کر دیا گیا ، درویش خسرو اور دوسرے متعدّد نقطوی قزوین کے اطراف میں قتل ہوتے ، اس سلسلے میں حکیم رکنائے کاشی نے یہ قطعہ کہا :

شہا توئی کہ در اسلام تیغ خونخوارت   ہزار ملحد جوں یوسفی مسلمان کرد
فتاد در دلم از یوسفی و سلطنتش   دو بیت قطعہ مثالی کہ شرح نتوان کرد
جہانیاں ہمہ رفتند پیشِ او بہ سجود   دمی کہ حکمِ تو اش پادشاہِ ایران کرد
نکرد سجدۂ آدم بحکمِ حق شیطان   ولی بحکمِ تو آدم سجودِ شیطان کرد

شاہ عباس اصفہان آیا تو کاشان میں سب سے بڑے نقطوی سردار سیّد احمد کاشی کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا ، اس کے خطوط میں ابوالفضل کا خط ملا جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی نقطوی عقیدے سے ہمکنار ہے ، اسکندر منشی لکھتا ہے :

اس طائفے کے سرداروں میں میر سیّد احمد کاشی تھا ، اس کی وجہ سے بہت سے بد بخت گمراہی کی راہ پر جا پڑے ، پاک اعتقاد پادشاہ نے نصر آباد کاشان میں اس کو اپنی تلوار سے قتل کیا ، اس کی کتابوں میں جو رسالے ملے ان سے ظاہر ہوا کہ نقطوی حکماء عالم کو

قدیم مانتے ہیں اور حشر اجساد و قیامت پر یقین نہیں رکھتے ان کے نزدیک اعمال کے اچھے یا برے ہونے کے نتیجے میں جو عافیت یا ذلت ملتی ہے وہی بہشت و دوزخ ہے۔ درویش کمال اصفہانی اور درویش ترابی جو ان کے مقتدا تھے وہ دونوں اپنے تین چار مریدوں کے ساتھ خراسان کی راہ میں قتل ہوئے ... درویش خسرو کے بعض ترک مرید اسی جرم میں قتل کیے گئے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ تمام ممالک محروسہ میں اس باطل فرقے کی ریشہ دوانیاں کتنی گہری ہیں۔ ہندوستان سے آنے جانے والوں سے معلوم ہوا کہ شیخ مبارک کا بیٹا جو ہندوستان کے فضلاء میں ہے اور دربار اکبری میں بہت زیادہ تقرب حاصل کرچکا ہے اسی مذہب کا پیرو ہے۔ اس نے اکبر بادشاہ کو وسیع المشرب بنا کر جادۂ شریعت سے مُنحرف کر دیا ہے۔ اس کا منشور جو میر مذکور کے کاغذات میں دستیاب ہوا، ابوالفضل کے نقطوی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ شریف آملی جو جامع فضائل تھا اسی فرقے کے اکابر سے تعلق رکھتا تھا اپنے زمانے کی سخت گیریوں سے تنگ آکر ہندوستان چلا آیا۔ حضرت بادشاہ اکبر اس کی بڑی تعظیم کرتے اور اس کے ساتھ پیر جیسا سلوک کرتے تھے"۔

رفتہ رفتہ نقطویوں کی پناہ گاہ ہندوستان قرار پایا۔ شروع کے وَارِدین میں میر شریف آملی ہے۔ وہ پہلے دکن آکر رہا۔ اس نے وہاں اپنے عقیدے کی تبلیغ شروع کی تو لوگ اتنے بدظن ہوئے کہ اس کے قتل کے درپے ہوگئے۔ وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور مالوہ میں پناہ لی۔ انھی ایام میں اکبر بادشاہ اسی علاقے میں خیمہ زن تھا۔ وہ میر کے پاس پہنچا اور باوجود معلوم ہونے کے کہ وہ محمود پسیخانی کے عقیدے کا پیرو ہے۔ بادشاہ کا مقرّب ہوگیا۔ اور امرائے ہزاری میں داخل ہوا۔ مآثر الامراء میں ہے کہ:

میر شریف آملی نے تصوّف میں کافی دستگاہ بہم پہنچائی تھی۔ پھر اس میں الحاد و زندقہ کا الحاق کر کے عجیب و غریب خیالات و عقائد کا معجون مرکب تیار کیا۔ پھر ہمہ اوست کا دعویٰ کرنے لگا

اور سب کو اللہ کہنے لگا۔ اکبر کے عہد میں صلح کل اور وسعت
مشربی کا دور دورہ تھا ہی۔ بادشاہ کے نزدیک سلطنت سایۂ رب
ہے۔ فیض کسی ایک جماعت یا فرد کا حصہ نہیں۔ ہر مذہب و
مشرب کے فرد کو اس فیض سے بہرہ مند ہونے کا استحقاق ہے۔
ایسے دربار میں میر شریف آملی کی بڑی قدر دانی ہوئی۔ روز بروز
اس کے مرتبے میں اضافہ ہوتا رہا۔ ۹۹۳ھ میں کابل کی صدارت و
امینی کے عہدے پر فائز ہوا ۹۹۹ھ میں بنگال میں خدمت چہار گانہ۔
خلیفگی۔ امینی۔ صدارت۔ قضا سے سرفراز ہوا ۱۰۰۹ھ میں اجمیر اس
کو جاگیر میں ملا۔ اور لکھنؤ کے قریب قصبہ موہان بھی اس کو بطور
تیول ملا۔ پھر سہ ہزاری منصبدار مقرر ہوا۔ کچھ دنوں بعد وفات پائی
اور موہان ہی میں دفن ہوا۔

اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ اکبر نقطویوں کا کتنا ہمدرد تھا اور کس طرح وہ نقطویوں کو ہندوستان آنے کی دعوت دیتا تھا۔ اس کے اتنے اچھے برتاؤ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس باطل عقیدے سے کتنا قریب تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب اس فرقے کے لوگ صفوی حکمرانوں کے حکم سے قتل ہوتے تھے تو اکبر کو بڑا رنج ہوتا تھا۔ وہ ایک طرف تو نقطویوں کے لیے ہندوستان میں داخلے کا دروازہ کھلا رکھتا۔ اور دوسری طرف صفوی فرماں رواؤں پر ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا دباؤ ڈالتا تھا۔ ایک فرمان میں لکھتا ہے:

آپ کو ملک کے انتظام اور عام لوگوں کی بھلائی کے لیے جدوجہد
کرنی چاہیے۔ اور فتنہ پردازوں کے بھلاوے میں آکر پریشان خاطر نہ
ہونا چاہیے۔ بردباری اور چشم پوشی کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ آدمیوں
کو قتل کرنے اور خدا کی بنیاد ڈھانے میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیے
کیوں کہ بسا اوقات خود غرضوں کی حیلہ پردازی سے مخلص
دوستوں کو زہر ہلاہل پلانا پڑتا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ دوستنما
بد خواہوں نے عقیدت کا لباس پہن کر حکومت کی بنیاد کھود
ڈالی ہے۔ انسانوں کے ضمائر کے جاننے کی برابر کوشش کرتے
رہنا چاہیے۔ اور اس زندگانی بے بقا کی چند روزہ اقامت کو خدا کی

رضا و خوشنودی سے وابستہ رکھنا چاہیے۔ انسانوں کی تالیف قلب کرتے رہنا چاہیے ۔ تمام انسانوں کو بلا اختلاف مذہب و نسل اپنی عام رحمت میں شریک رکھنا چاہیے ۔ اور صلح کل کے سدا بہار گلشن کے حصول کی کوشش کرنا چاہیے ۔ جب خدا ہر مذہب و ملت کے لوگوں پر فیض کا دروازہ کھلا رکھتا ہے تو بادشاہ تو خدا کے سائے ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ وہ اس روش کو ہاتھ سے نہ جانے دیں ۔ خدا نے تو ان کو دنیا کے انتظام اور خلق کی پاسبانی کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ عام لوگ ان کے سائے میں عزت و عافیت کی زندگی بسر کر سکیں ۔ لوگ دنیاوی امور میں جو فانی و ناپائیدار ہیں دیدہ و دانستہ غلطی کا ارتکاب نہیں کرتے تو دینی امور میں جو باقی رہنے والے ہیں تساہل کیوں برتیں گے ۔ اگر وہ حق بجانب ہوں تو انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی پرورش کی جائے اور اگر ان سے غلطی سرزد ہوئی ہے تو ان پر شفقت کرنی چاہیے ۔ شورش و سرزنش کی ضرورت نہیں ۔

ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ عالم آرائے عباسی اور مآثر الامراء کی روایت ہے کہ جب نقطوی سرگروہ سید احمد کاشی ۱۰۰۲ھ میں ہزاروں نقطویوں کے ساتھ قتل ہوا تو اس کے کاغذات میں ابوالفضل بن شیخ مبارک کے خط میں اکبر کا فرمان ملا تھا جس سے ابوالفضل کا نقطوی ہونا مسلم ہو گیا تھا ۔ (اتفاق دیکھیے کہ وہی فرمان پروفیسر نظامی کی کتاب اکبر اینڈ ریلیجن میں بطور ضمیمہ شامل ہے ۔ گو اس میں عالم آرائے عباسی اور مآثر الامراء کا حوالہ نہیں ۔) اس اہم فرمان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے ۔ اس سے اکبر کی مذہبی پالیسی آئینہ ہو جائے گی :

" حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ کا فرمان امیر احمد کاشی کے نام "

(ترجمہ) نسبت معنوی اور قرب باطن دور بین اور حق شناس اہل نظر کی توجہ کا قبلہ رہا ہے ۔ کتنا اچھا وہ خوش نصیب ہے جو روحانی تعلقات کو استوار کر کے اپنے رب کی پرستش میں لگا رہتا ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ نبوت کے باغ کے اس درخت اور پاکیزگی کے ریگ زار کے اس چشمے یعنی صفی الدین احمد کاشی پر یہ حقیقت

پوری طرح روشن ہے۔ وہ درگاہ خداوندی کے اس نیاز مند (یعنی اکبر بادشاہ) کی حق شناسی کے مراتب کی طرف پوری طرح متوجہ ہے۔ اسے جسمانی دوری کی وجہ سے آزردہ خاطر نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ہم روحانی طور پر ایک دوسرے سے نزدیک ہیں۔ چوں کہ مدت سے میرے حقیقت اساس دل میں اہل ایران کی محبت کا خیال جاگزیں ہے میری خواہش ہے کہ وہ جماعت (نقطوی) صوری و معنوی قرب حاصل کر کے ظاہری و باطنی کامیابی سے ہم کنار ہو۔ اگرچہ اس حقیقت آگاہ کی اپنے عقیدت مندوں کے درمیان موجودگی محض اتفاق حسنہ کا نتیجہ ہے لیکن اس کے عرفان کی وجہ سے عقیدت مندوں کا ہونہار طبقہ ہدایت پا چکا ہے ضروری ہے کہ واردات غیبی اور مشکلات راہ خداوندی کی صحیح صورت ہماری درگاہ میں جہاں اخروی مسائل حل ہوتے ہیں پیش کریں اور ارادت و عقیدت کی سلسلہ جنبانی کریں۔ اور ہماری باطنی و روحانی توجہ کی خوشخبری جو اکسیر دانائی ہے۔ عقیدت مندوں میں منتخب اور نیک فطرتوں اور عالی مشربوں میں برگزیدہ یعنی سدید الدین درویش خسرو کو پہنچائیں جس کا اخلاص ابوالفضل جیسے راست گو اور مردم شناس کے واسطے سے ہمارے مقدس ضمیر میں راسخ ہوا اور انھیں ہماری عنایات کا امیدوار بنائیں۔ اور ایسی سعادت جماعت جو مادہ پرست ہے اور جن کے دل تقلید کے مادے سے آلودہ ہیں، ان کی رہنمائی کریں اور ان کی آنکھوں کو تحقیق کی روشنی بخشیں۔ اس ہونہار نوجوان کی خوبیوں اور ہنر مندیوں کی جلوہ نمائی ہماری چشم جہاں بین میں موجود ہے۔ مزید یہ کہ رشید الدین اسحاق جن کا شمار بڑے فضلاء اور اہل استعداد میں ہے اور جو روحانیت و عرفان کے مشرب میں بڑے درجے پر فائز ہیں اگر وہ ہمارے دربار سے وابستہ ہوجائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ آپ جیسی با خبر اور حق شناس ذات سے امید ہے

کہ امنا (نقطویوں) کی جو جماعت اس ملک میں ہے اس کی بابت اطلاع دیتے رہیں۔ کسی خوش نصیب کی خوش نصیبی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ اسے ہمارے حضور مقدس کی سعادت جو اہل نظر کی آنکھوں کا سرمہ ہے حاصل ہو۔ اگر موانع کی وجہ سے یہ سعادت حاصل نہ ہوسکے تو دوسری بار حضور مقدس میں ان کی حاضری ہوجائے۔ دوری مسافت کی وجہ سے محض مختصر سے تبرک کے ساتھ یہ صحیفہ مختص ہے۔ آذر ماہ سنہ ۹۴۔

اکبر نے ایک اور فرمان میں شاہ عباس کو بہت سی نصیحتیں کی ہیں اور مذہبی سختی کی جو فضا ایرانی معاشرے میں گھٹن پیدا کیے ہوئے تھی، اس کو ختم کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ چند جگہ سے کچھ عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

"آج جب کہ ایران میں تجربہ کار اور دور اندیش دانشمندوں کی کمی دکھائی دیتی ہے آپ جیسے پاک نژاد فرماں روا کو ملکی انتظام اور بہبودی عوام کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ دھوکے بازوں اور مکاروں کی طمع آمیز باتوں میں نہ آنا چاہیے، قدیم خادموں کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرنا چاہیے، آدمیوں کے قتل اور بنیاد ربانی کے انہدام سے پرہیز کرنا چاہیے، بہت سے دوست نما دشمن عقیدت کا لباس پہن کر اساسِ دولت کی تخریب میں کوشاں رہتے ہیں، فرماں روا کے لیے ضروری ہے کہ وہ آدمیوں کے ضمیر کو پہچانے، انسان اللہ تعالیٰ کے خزانے کے بیش قیمت جواہر ہیں، ان پر شفقت اور عنایت کی نظر رکھنا چاہیے، رحمت عامہ میں ہر ملت و مذہب کے لوگوں کو شامل رکھنا چاہیے اور شفقت و محبت کو کام میں لاکر "صلح کل" کے سدا بہار گلشن میں داخل ہونا چاہیے، جب خدائے تعالیٰ اپنے مختلف الخیال اور مختلف الاحوال بندوں کو شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے تو سلاطین پر جو ظل اللہ ہیں لازم ہے کہ وہ انسانی ہمدردی کا طریقہ کسی حال میں اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں، تحمل و بردباری کو اپنا دائمی مصاحب بنانا

چاہیے کہ پائیدار دولت کی بنیاد اسی پر قائم ہے "۔

اکبر کے اس فرمان کے دو جواب آئے۔ ان میں سے ایک کا لہجہ کافی درشت تھا۔ دوسرے جواب میں داخلی و خارجی امور کے ذکر کے بعد دو باتوں کو پُر زور طریقے سے شامل کیا گیا تھا۔

۱۔ بخارا اور ماوراء النہر کے خطوں میں دوازدہ امام کے نام کا خطبہ اور سکّہ جاری ہوگا اور اعدائے دین پر تبرّے کا رواج ہوگا۔

۲۔ " صلح کل " کے بجائے اشقیائے دیں سے جنگ ہوگی۔ اس لیے کہ ہر نبی کا یہی عمل رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایران کی سخت مذہبی پالیسی کا نتیجہ ہزاروں تعلیم یافتہ ایرانیوں کی ہجرت کی شکل میں رونما ہوا جن میں بڑی تعداد نقطویوں کی بھی شامل تھی۔ ان میں جو تاریخوں اور تذکروں میں مذکور ہیں، چند یہ ہیں:

میر شریف۔ حیاتی کاشی۔ میر تشبیہی کاشی۔ محمد صوفی مازندرانی (مشکوک)
باقر کاشانی۔ حکیم عباد اللہ کاشانی۔ عبدالغنی یزدی۔ میر مومن ادائی
تقی پیرزادہ وغیرہ

نقطوی عقاید کے شعراء نے گاہے گاہے اپنے عقیدے کا اظہار اپنی نظموں میں کیا ہے۔ اس طرح اکبری دور کے فارسی ادب میں نقطوی عقاید والے اشعار بھی ملتے ہیں۔ تشبیہی کاشی کا یہ قطعہ ملاحظہ ہو:

چوں شمع تا بمہر تو ارزندہ گشتہ ایم　　سرداده ایم و باز ز سر زنده گشته ایم
مارا کہ کشتہ اند بصد ضربت فراق　　دیگر ز یمن فیض نظر زنده گشته ایم
مارا چو آفتاب مساوی است مرگ [illegible]　　گر شام مرده ایم سحر زنده گشته ایم
تشبیہی [illegible] تیغ سر [illegible]　　سر داده ایم و باز ز سر زنده گشته ایم

اکبری عہد میں آذر کیوانی فرقہ ظہور میں آتا ہے۔ اس فرقے نے ایک طرف تو ایک جعلی مذہب کی [illegible] ڈالی تو دوسری طرف ایک جعلی کتاب دساتیر تیار کی جس کے مطالب اور جس کی زبان دونوں [illegible] اور بے بنیاد ہیں۔ آذر کیوان کے بارے میں محمدّ معین لکھتے ہیں:

آذر کیوان یکی از روحانیوں بزرگ زرتشی (قرن ۱۱ھ) از مردم

شیراز یا حوالی آن (وفات پٹنہ ۱۰۲۰ھ) باگروہے از مریدان خود ہندوستان شتافت ۰ آذر کیوان موسس فرقہ ایست مذہبی کہ ترکیبی است از ادیان زرتشتی ۰ اسلام ۰ برہمنی ۰ مسیحی ۰ وی را ذوالعلوم لقب دادہ اند منظومہ ای بنام جام کیخسرو در شرح مشاہدات وی بدو منسوب است:

آذر کیواں کے پیرووں نے دساتیر نام کی ایک جعلی کتاب مرتب کی ۰ یہ حسب ذیل ۱۶ کتابوں کا مجموعہ تھا جو دساتیری پیغمبروں پر سنکھوں سال کی مدت کے درمیان وجود میں آئیں:

نامۂ شت مہا باد ۰

نامۂ شت جی افرام ۰

نامۂ شت شای کلیو ۰

نامۂ شت وخشور یاسان

نامۂ شت وخشور گلشاہ ۰

نامہ شت وخشور سیامک ۰

نامۂ وخشور ہوشنگ ۰

نامۂ شت وخشور تہمورس ۰

نامۂ شت وخشور جمشید ۰

نامۂ شت وخشور فریدون ۰

نامۂ شت وخشور منوچہر ۰

نامۂ شت وخشور کیخسرو ۰

نامۂ شت وخشور زرتشت ۰

نامۂ پند اسکندر ۰

نامۂ شت ساسان نخست ۰

نامۂ شت ساسان پنجم ۔

این کتابہا بزبان خاص و مجعول تالیف شدہ و ترجمہ فارسی نیز ہمراہ آنہا آمدہ واین ترجمہ را بہ ساسان پنجم نسبت دادہ اند ۰ عقاید فرقہ آذر کیوانی درین کتاب مندرجست ۰ بسیاری از لغات ساختہ

مؤلف و ہمکاران او در فرہنگہا و کتب بعد وحتیٰ در زبان متداول

فارسی واردشده۔

ہندوستان کے اکثر فرہنگ نویس دساتیر کے جال میں پھنسے اور بری طرح پھنسے ۔ محمد حسین تبریزی صاحب برہان قاطع اور اس کے سب سے بڑے مخالف غالب دہلوی دونوں دساتیر کی صداقت کے قائل تھے ۔ غالب کی زبان پر دساتیر کے نمایاں اثرات ہیں ۔ اس سلسلے میں راقم نے کئی مقالے لکھے۔ اکبری عہد کی فارسی زبان و ادب پر بحث ہوگی تو اس سلسلے میں دساتیر کا مطالعہ ناگزیر ہے ۔ لیکن قابل ذکر بات یہ ہے جس طرح نقطوی تحریک سے متعلقہ مسائل سے فارسی و اردو کے فضلاء نابلد ہیں، اسی طرح وہ دساتیر کی حقیقت سے ناواقف ہیں، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ غالب کی تحریروں میں دساتیر اور دساتیری پیغمبروں جیسے مہ آباد ، ساسان پنجم کا نام بار بار آیا ہے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ دساتیر کے مطالب ، الفاظ و اصطلاحات وغیرہ غالب کی تحریروں میں سموے گئے ہیں ، لیکن غالب شناسوں سے یہ حقیقت آج تک پوشیدہ رہی اور میری معلومات کی حد تک سوائے قاضی عبدالودود کے کسی غالب شناس کو اس موضوع کی ہوا تک نہیں لگی ، ادبی دنیا کا یہ نہایت شرمناک جہل ہے۔

اب میں اکبری عہد کے فارسی ادب کے خصایص کا ذکر بڑے اختصار کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔

میں آئین اکبری کی تصریح کے بموجب ۵۹ شعراء دربار سے متعلق تھے ۔ ان کے علاوہ دس ایسے شعراء کا نام درج ہے جنھوں نے دور سے اپنے اشعار دربار میں بھیجے تھے ۔ اول الذکر طبقے کا پہلا شاعر فیضی ہے ۔ چوں کہ ابوالفضل کا بڑا بھائی تھا اس وجہ سے وہ شاعروں پر مقدم رکھا گیا ہے ۔ حالانکہ اس سے بڑے شاعر عرفی و نظیری وغیرہ بعد میں بیان ہوئے ہیں۔

اگرچہ اکبر بادشاہ کا میدان فارسی شاعری نہ تھا ، پھر بھی اچھے خاصے شعراء اس کے دربار سے منسلک رہے ہیں اور اس طرح اس زمانے میں خاصا شعری کلام وجود میں آگیا ہے۔

اس دور میں اہم تاریخیں اور تذکرے لکھے گئے ہیں ۔ مؤرخین میں ابوالفضل کے علاوہ عبدالقادر بداونی صاحب منتخب التواریخ ، نظام الدّین بخشی صاحب طبقات اکبری ، نقیب خاں ، ملّا احمد تتوی ، جعفر بیگ آصف ، مؤلفان تاریخ الفی قابل ذکر ہیں ، تذکرہ نویسوں میں کامی قزوینی مؤلف تذکرہ انفائس المآثر ، امین احمد رازی مؤلف تذکرہ ہفت اقلیم اور عبدالباقی نہاوندی مؤلف مآثر رحیمی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ مؤرخوں میں بعض واقعات نویس بھی قابل ذکر ہیں جنھوں نے اس دور کی سیاسی تاریخ سے زیادہ علمی ، ادبی اور تہذیبی امور کی طرف توجہ کی

ہے ۔ اس طرح مُصنّفین میں اسد بیگ قزوینی خصوصیت سے قابل ذکر ہے ۔ جس نے واقعات بیجا پور لکھ کر اس دور کی ادبی و معاشرتی زندگی کا دلچسپ نقشہ کھینچا ہے۔

اکبری دور کی تاریخوں میں ابوالفضل کی آئین اکبری جو اکبر نامہ کی تیسری جلد ہے ، ایسے دلچسپ امور کا مُرقّع ہے جس کی مثال اس دور کے ادب میں نظر نہیں آتی ۔ بلکہ یورپ میں اس کی طرح کی کتاب وجود میں نہیں آئی ۔ اسی کی وجہ سے جدید دور میں گزیٹیر لکھنے کا رواج ہوا ۔ مشرق کے اس احسان سے مغرب کی گردن برابر جھکی رہے گی۔

سنسکرت ، عربی ترکی وغیرہ زبانوں میں جو اہم کتابیں تالیف ہوئی تھیں ان کو اکبر کی توجہ سے فارسی میں منتقل کیا گیا ۔ آئین اکبری میں جو نامکمل فہرست ہے وہ یہ ہے :

زیج جدید میر زائی ، کشن جوشنی ، مہیش مہاتند ، گنگا دھر ، مہا بھارت ، رامائن ، اتھربن لیلا وتی ، تاجک ، بابر نامہ ، تاریخ کشمیر (راج ترنگنی) ، معجم البلدان ، پنچ تنتر ، طوطی نامہ ، نل دمن ، ہری یا سن وغیرہ ۔ اس فہرست میں دوسرے مآخذ سے کافی اضافہ ہوسکتا ہے ۔ ترجمے کا موضوع کئی تحقیقی مقالات کا مواد اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔

اکبری عہد کے یہ تین تذکرے نہایت اہم ہیں اور متعدّد تحقیقی مطالعات کے مواد کے حامل :

- نفایس الماثر مؤلفہ کامی قزوینی ۔ اس پر نہایت عمدہ تحقیقی کام ہمارے شعبے کی استاد ڈاکٹر ام ہانی نے کیا تھا ، جو ان کی ناگہانی موت کی وجہ سے طبع نہ ہوسکا۔
- مآثر رحیمی تالیف عبدالباقی نہاوندی ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی طرف سے تین جلدوں میں طبع ہوچکی ہے ۔ تیسری جلد جو دو حصوں میں ہے ۔ ان اشعار کا مجموعہ ہے جو عبدالرحیم خان خانان کی مدح میں ہیں ۔ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ کسی ممدوح کی تعریف میں اتنا وقیع کلام شائع نہیں ہوا ہے ۔ بخوبی ممکن ہے کہ اتنا کلام وجود میں بھی نہ آیا ہو ۔
- ہفت اقلیم امین احمد رازی کی تالیف ہے ۔ اس کا ایک مختصر حصّہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے شائع ہوا ۔ البتہ دو جلدوں میں یہ کتاب ایران سے شائع ہوئی ہے ۔ لیکن اس میں اتنی غلطیاں ہیں کہ ایرانی طباعت پر ایک دھبہ ہے۔

اکبری عہد کی ایک قابل ذکر خصوصیت ہے کہ فارسی ادب کی متعدّد اہم کتابیں اس دور کے مشہور کاتبوں کے قلم کی یادگار باقی ہیں ۔ اگرچہ یہ ساری کتابیں اکبری عہد میں تصنیف نہیں ہوئیں ۔ لیکن فارسی ادب کے ذخیرے میں دلچسپ اضافے کا موجب بنیں ۔

اس عہد کا سب سے مشہور خطاط محمدؐ حسین کشمیری ہے۔ اس کے قلم کی متعدد یادگاریں دنیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں۔ ان کتابوں کی کتابت اکبری عہد میں ہوئی تھی۔ ان مخطوطات میں ایک مخطوطہ دیوان حسن دہلوی کا ہے جو خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ محمدؐ حسین کشمیری زریں قلم نے مرتضیٰ بخاری کے کتاب خانے کے لیے ۱۰۱۰ھ میں لکھا تھا۔ زرّیں قلم گلستان کا نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں ہے۔ اس کی کتابت فتحپور (سیکری) میں ۹۹۰ھ ہجری میں ہوئی۔ اس نسخے کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس پر محمدؐ حسین اور منوہر کی تصویر ہے۔

اس دور کا دوسرا مشہور خطاط عبداللہ مشکین قلم ہے۔ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان حسن دہلوی امریکہ کے بالٹی مور میوزیم میں ہے۔ اس کی کتابت محرّم ۱۰۱۱ھ میں الہٰ آباد میں ہوئی۔ کتاب کے خاتمے پر مشکیں قلم کی تصویر ہے۔ اس کے ساتھ ایک نوکر کی بھی تصویر ہے۔ راقم نے بالٹی مور کے میوزیم میں اس نسخے کا مطالعہ کیا ہے اور اس پر ایک مضمون لکھا ہے۔

اس عہد کا تیسرا اہم خطاط عبدالرحیم عنبرین قلم ہے۔ اس کے قلم کا خمسے کا ایک نسخہ برٹش میوزیم زیر شمارہ Or -12208 موجود ہے۔ اس میں عنبرین قلم کی تصویر کے ساتھ اکبری عہد کے مشہور مُصوّر دولت کی بھی تصویر ہے۔

اکبری عہد کے خطاطوں کے اور نسخے تلاش سے مل سکتے ہیں لیکن یہ کام مزید تحقیق کا متقاضی ہے۔

اکبری دور کے فارسی ادب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں کتابوں پر تصویر کشی کا رواج خاصا بڑھ گیا۔ لیکن جو مخطوطے اس طرح آرائش کے لیے منتخب کیے گئے ہیں ان سب کا تعلق معاصر کتابوں سے نہ تھا۔ گو معاصر کتابیں بھی تصویر کشی کے لیے منتخب ہوئی تھیں۔

اس عہد میں جو کتابیں تصویر کشی کے لیے منتخب ہوئیں ان میں سے چند یہ ہیں:

اکبر نامہ، اخلاق ناصری، انوار سہیلی، بابر نامہ، بوستان سعدی، دیوان حسن دہلوی، خمسۂ نظامی، لیلیٰ مجنون نظامی، پادشاہ نامہ، رامائن، رزم نامہ، شاہنامہ فردوسی، تاریخ الفی، تاریخ خاندان تیموریہ، طوطی نامہ، ظفر نامہ، وغیرہ۔

. Mughal Paintings ص ۳۱۷ تا ۳۲۰ میں اس سلسلے کی اور مثالیں مل جائیں گی۔ راقم نے اس سلسلے کے چند مخطوطات کا مطالعہ کیا ہے۔ ایک دیوان حسن دہلوی جس کا نسخہ بالٹی مور ہے اور جس کی کتابت عبداللہ مشکیں قلم کی یادگار ہے۔ دوسرا نسخہ طوطی نامہ کا ہے جو

کلیولینڈ میوزیم میں ہے۔ اس آخری نسخے کا کاتب معلوم نہیں، البتہ نہایت پاکیزہ خط نسخ میں نسخے کی کتابت ہوئی ہے۔ نسخے کی تصویر کشی اکبری عہد کے مُصوّروں کی کشید ہیں۔ راقم نے اس نسخے کو کلیولینڈ میں دوبارہ مطالعہ کیا ہے۔

عبداللہ مشکیں قلم (وفات ۱۰۳۰ھ) کے خط کا دیوان حسن بالٹی مور میوزیم میں ہے۔ راقم اس کے دیکھنے اور مطالعے کے لیے۔ واشنگٹن سے فلاڈیلفیا جاتے ہوئے بالٹی مور میں ٹھہرا اور والٹرس آرٹ گیلری میں نسخے کا مطالعہ کیا۔ یہ مخطوطہ متعدّد شرق شناسوں کے مطالعے میں رہا۔ کئی نے اس کی تصویروں پر مقالے لکھے ہیں۔ مخطوطے میں کل ۱۴ تصویریں ہیں جو مصوروں کے نام سے خالی ہیں۔ البتہ ان پر تین چار مُحققوں کے مقالے ہیں۔

پہلا مقالہ Ettinghausen کا ہے جس نے ۱۹۶۱ میں ۸ ویں پلیٹ (تصویر) پر اظہار خیال کیا۔ یہ تصویر منصور حلّاج کے سولی پر چڑھانے کی ہے۔ دوسرا Jermah R.Losty کا ہے جو Art of the Book in India میں نکلا۔ تیسرا Milo Beach کا ہے جو Grand Mughal Indian Painting میں شامل ہے، چوتھا اشوک کمار داس کا ہے جو Splendour of Mughal Painting میں شایع ہوا۔ ان چاروں مقالوں میں تصویروں کے تعلّق سے گفتگو ہوئی۔ لیکن کتابت کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں۔ حد ہے کہ مایلو بیچ نے عبداللہ مشکین قلم کو محمّد صالح کا باپ بتایا ہے۔ اور محمّد صالح کو شاہجہاں کے دور کی تاریخ عملِ صالح کا مُصنِّف قرار دیا ہے۔ مشکیں قلم کے بیٹے کا نام میر صالح کشفی ہے۔ جو شاہجہانی عہد کے چھوٹے منصبدار تھے اور ایک مشہور کتاب مناقبِ مرتضوی کے مُصنِّف۔ انھوں نے اپنے والد کے مقبرے (جواہر نگلا نزد قندھاری باغ) کے کمرے کی دیواروں پر ان کی وفات کے کتبے لکھے تھے جو ہنوز باقی ہیں۔

واشنگٹن ڈی سی میں Frere Gallery of Art نام کا ایک اہم میوزیم ہے۔ اس میں مغل دور کی متعدّد نفایس موجود ہیں۔ اس میں راماین کے ترجمے کا ایک مُصوّر نسخہ ہے جس کو عبدالرحیم خانِ خاناں نے تیار کرایا تھا۔ اس میں فی الحال ۱۳۵ مجالس تصاویر صفحات ۶۲۹ بتائے گئے ہیں۔ اس میں جو ترقیمہ ہے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

> یہ کتاب جس کو رامان کہتے ہیں ہندوستان کی معتبر کتابوں میں
> سے ہے۔ یہ کتاب رامچند کے احوال پر مشتمل ہے جن کا شمار
> ہندوستان کے عظیم فرماں رواؤں میں ہوتا ہے اور جن کی ظاہری و
> باطنی صفات اس درجے کی ہیں کہ وہ صفات الٰہی کے مظہر ہوگئے

تھے ، بالمیک نے جو ہندوستان کے بڑے درویشوں میں تھے اور جن کو پسر مہادیو کہتے ہیں ، ان کے تفصیلی حالات ، ان کے جسمانی صفات ، ان کے پسندیدہ اخلاق ، ان کی بڑی بڑی فتوحات ان کے اچھے اعمال جو ان کی بزرگی پر دلالت کرتے ہیں ، بیان کیے ہیں ، حضرت عرش آشیانی کے حکم سے نقیب خاں نے جو قزوینی کے جلیل القدر سادات میں تھے اور جو شاہنشاہ کی مصاحبت و خدمت سے سرفراز ہوچکے تھے ، سنسکرت زبان سے جس میں ہندی علوم کی کتابیں تدوین ہوئی تھیں ، فارسی میں ترجمہ کیا ، بادشاہِ جم جاہ کے حکم سے اس کتاب میں جہاں جہاں تصویروں کی ضرورت تھی ، تصویریں بنا دی گئیں۔ اس کتاب کے اتمام کے بعد بندہ جو بادشاہ کی مرحمت کا پروردہ ہے یعنی عبدالرحیم ابن محمّد بیرم عفی اللہ عنہما بادشاہ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ چوں کہ حضرت اعلیٰ کی توجہ اس کتاب کی طرف بہت زیادہ ہے ، میری خواہش ہے کہ اس کی نقل تیار کرائی جائے ، حضرت اعلیٰ نے از روی عنایت اجازت دے دی تو اس خیر خواہ جہانیاں کے کاتبوں اور مُصوِّروں نے اس کی کتابت اور تصویر کشی کر ڈالی اور اس طرح یہ کتاب لوگوں کی نظروں میں آئی ، ۱۰۰۷ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی۔ اس کی کتابت اور تصویر کشی کا کام ۹۹۶ھ میں شروع ہوا ، کل تصویروں کی تعداد ۱۳۵ ہے ، اوراق ۶۴۹ ، کتاب کا اتمام مخلص مولانا شکیبی امامی رحمہ اللہ کے زیر اہتمام ہوا۔

مایلو یچ نے The Imperial Imaque میں اس نسخے میں ۱۳۰ مجالس تصاویر اور ضخامت ۶۲۹ صفحات بتائی ہے ، اور ترقیمے کے انگریزی ترجمے میں تصاویر ۱۲۵ بتائی گئی ہیں۔

رامائن کا یہ نسخہ فریر آرٹ گیلری کے بہترین نسخوں میں ہے اور راقم نے اس کا مطالعہ بھی کیا ہے۔

رامائن کا جو نسخہ اکبر بادشاہ کے حکم سے تیار ہوا تھا وہ جے پور کے پوتھی خانے میں بتایا جاتا ہے لیکن اس کا حال مجھے معلوم نہیں ۔

اکبری دور کے جو مُصوّر مخطوطے دنیا کے عجائب گھروں میں موجود ہیں ۔ وہ بے شمار ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کا دور علمی و تہذیبی اعتبار سے کتنا قابل توجہ تھا ۔ بہرحال اتنی بات مسلم ہے کہ ان نسخوں کے مطالعے کے بغیر اس دور کی تہذیبی ترقی پر قلم اٹھانا غلط ہوگا۔

میری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ فارسی زبان و ادب کے لحاظ سے اکبری دور جس اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ ایک مختصر سی گفتگو سے نہیں ہوسکتا ۔ یہ موضوع دقیق مطالعے کا متقاضی ہے۔